اسلام کے چند سیاسی قوانین کا مختصر خاکہ

(از مولوی محمد منتصر صاحب سلجری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

حامداً و مصلیاً اما بعد۔ حضرات اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے اور عند اللہ برگزیدہ و مقبول ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ شاہد عدل ہے۔

مذہب اسلام نے جب دنیا میں قدم رکھا تو داعی اسلام نے جہاں لوگوں کو آخرت کی طرف رغبت دلائی اور فرمایا لوگو آخرت کو حاصل کرو۔ یہی مقصد اعلیٰ اور دار البقا ہے۔ وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ دنیا سے قطع تعلق کر لینا بھی تعلیمات اسلامی کے خلاف ہے بلکہ اخروی مقاصد کی تکمیل ہی اسوقت ہوگی جبکہ تم دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے خدا کو یاد کرو اور اس کی رضامندی حاصل کرو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا مذہب اسلام نے ایسے اصول و قوانین منضبط کئے ہیں جو ان دونوں شقوں کو حاوی ہوں لیکن چونکہ مقصود بالذات شق ثانی کا بیان ہے یعنی ان امور سے بحث کرنی ہے جو دنیا سے متعلق ہیں۔ لہذا شق اول کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مذہب اسلام قیامت تک آنیوالے تمام حوادثات کیلئے ایک مکمل اور اٹل قانون ہے اور یہ فخر عظیم صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ مذہب اسلام نے جہاں اور تمام امور میں اصلاحات کیں وہاں ساتھ ہی ساتھ اپنے متبعین کو سیاست کی بھی تعلیم دی اور کیوں نہ دے جبکہ مذہب اسلام نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ سلطنت و حکومت قوم مسلم ہی کیلئے ہے کافروں کو مسلمانوں پر حکومت و تصرف کرنیکا کوئی حق نہیں چنانچہ ارشاد ہے وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا الآیہ (پ ۶ ع ۱۷) اللہ رب العالمین نے کافروں کو مسلمانوں پر حکومت و سلطنت کرنے کا کوئی حق نہیں دیا (بشرطیکہ وہ مومن ہوں) پس جب یہ حقیقت ہے تو اسلام کیلئے ضروری تھا کہ وہ ایسے قوانین و ضوابط منضبط کرے جو ہر وقت ہر زمان و مکان میں ہر قوم و ملت کیلئے کارآمد اور مفید ثابت ہوں چنانچہ اس مختصر سی تحریر میں چند اسلامی قوانین جن میں سیاست بھری پڑی ہے بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کئے دیتا ہوں۔ امید ہے کہ ٹھنڈے دل سے سوچینگے اور غور کریں گے کہ کیا اور کسی مذہب میں ایسے قوانین پائے جاتے ہیں؟

ناظرین کرام! اس سے پہلے کہ میں اپنے عنوان پر روشنی ڈالوں سیاست کی تعریف کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ہر شخص کو سمجھنے میں آسانی ہو کیونکہ جب تک کسی چیز کی تعریف معلوم نہ کی جاوے اس کی حقیقت تک پہنچنا دشوار ہے لہذا معلوم ہونا چاہیئے کہ سیاست کے معنی رعیت کی پوری طرح نگرانی کرنا اور ان کو مناسب طریقوں سے مقتضائے حال

کے مطابق چلانا اور ہر فتنہ وفساد سے روکنا ہے یہ ظاہر بات ہے کہ اسلامی سیاست کی جھلک اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک دیگر مذاہب کے قوانین منصۂ شہود پر نہ لائے جائیں کیونکہ مشہور بات ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے لہذا اثنائے تحریر میں کہیں کہیں اس چیز کا بھی تذکرہ ہوگا۔

مسلمانو! زمانۂ ماضیہ میں بنی نوعِ انسان نے جب کبھی سرکشی ونافرمانی کو اپنا لائحہ عمل بنا لیا تو اللہ رب العزت نے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام علیہم السلام کو معبوث فرما کر ان کی اصلاح کی اور نئے نئے قوانین سے جو ان کے حالات کی اصلاح کے لئے موزوں ومناسب تھے سرفراز فرمایا۔ اور ہر زمانہ اور ہر امت کے لحاظ سے ان قوانین واصول کا انتخاب ہوا کرتا تھا اس لئے مدت معینہ اور اوقاتِ مخصوصہ کے بعد بدل دیئے جاتے تھے اور نئے نئے قوانین اقوام کی فطرت وحالات کے مطابق منتخب کئے جاتے تھے لیکن چونکہ دینِ محمدی اس سلسلہ کی آخری کڑی تھی، اسلئے ایسے قوانین وضوابط منضبط کرنے کی ضرورت پڑی جو قیامت تک کیلئے مستحکم اور اٹل ہوں۔ چنانچہ مذہب اسلام نے ایسے قوانین مقرر کئے جو تا قیامت دائم وقائم رہنے والے ہیں۔ مذہب اسلام نے سب سے پہلے انسانی احترام کو ہر طریقے سے ملحوظ رکھا اور جملہ انسانوں کو بحیثیتِ انسانیت سطح واحد پر لا کھڑا کیا نہ گورے کالے کا امتیاز نہ عربی عجمی کا فرق . . . . مذہبِ اسلام نے دنیا میں رونق افروز ہوتے ہی لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی (یعنی کسی عربی کو نسلی اعتبار سے کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر) فرما کر تخیلات فاسدہ کو باطل کر کے کل بنی نوعِ انسانی کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور فرمایا کلکم بنو آدم وآدم من تراب تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے مخلوق ہیں پس نتیجہ ظاہر ہے کہ تم سب نسل کے اعتبار سے ایکساں ہو کسی کو کسی پر تفوق نہیں۔

مذہبِ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے دنیا میں قدم رکھتے ہی موروثی اور خاندانی سلطنتوں کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور جمہوری حکومت قائم کی (گو آخر میں یہ چیز مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہی یہ ان کی سستی وکاہلی کا نتیجہ ہے) اور صاف صاف واضح الفاظ میں فرمایا کہ تمام لوگ ملکر جسے چاہیں اپنا حاکم اور بادشاہ بنالیں۔ یعنی قوم جس شخص کو چن لیوے اور اس مقام کے لایق سمجھے اسی کو خلیفہ بنایا جائے گا اور وہ جملہ انسان کے امور کی نگرانی کرے گا لیکن ان امور میں وہ خود مختار نہ ہوگا بلکہ اس کے خلافِ شرع کام پر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی ٹوک سکتا ہے اور ہر طرح اس کی اصلاح کر سکتا ہے اور اگر وہ حاکم اپنے غیر مشروع فعل پر مصر رہے اور باز نہ آئے تو اس کو معزول کر دیا جائیگا۔ بیت المال کا وہ محافظ ہوگا لیکن بغیر ضرورت اپنے کام میں تصرف نہیں کر سکتا۔ اور اس کے ذمہ تمام امور کی دیکھ بھال ہوگی۔ جو رعایا کیلئے مفید اور کارآمد ہوں۔ چنانچہ دور اول میں ایک ادنیٰ شخص بھی خلیفہ کے روبرو کھڑا ہو کر ان کی غلطی اور خلاف امر پر مطلع

کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگو! سنو! اور اطاعت کرو۔ چونکہ اس وقت غنیمت کے مال میں سے ہر ایک شخص کو ایک ایک چادر ملی تھی لیکن ان چادروں میں سے فاروقِ اعظم کے بدن مبارک پر دو چادریں تھیں ایک شخص کو یہ ناگوار گذرا اور بول اٹھا کہ ہم نہ سنینگے اور نہ اطاعت کرینگے۔ مجمع حیران ہے جب سبب دریافت کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہر شخص کو ایک ایک چادر ملی اور آپ کے پاس دو چادریں ہیں اور یہ انصاف کے خلاف ہے۔ اس کے جواب میں آپ کے لڑکے حضرت عبداللہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے حصہ کی چادر بھی والد صاحب کو دیدی ہے اسوجہ سے آپکے پاس دو ہوگئیں۔ آہ کیسی حریت اور کیسی آزادی تھی ؎

خلیفوں سے لڑتی تھی اک ایک بڑھیا ؛ غلاموں سے ہوجاتے تھے بند آقا

مسلمانو! مذہب اسلام نے خاندانی و موروثی سلطنت کو باطل کرنے کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ اسے عملی جامہ پہنا کر دنیا کو دکھا دیا۔ چنانچہ اسلام کے ابتدائی دور پر نظر ڈالئے اور تاریخ کا مطالعہ کرجایئے کہ جب بانی سیاست آقائے نامدار سرور کونین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تو قوم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "جو ہر حیثیت سے اسی عہدہ کے لائق تھے" اپنا خلیفہ مقرر کیا اور آپ نے وہی کام کیا جو ایک خلیفۃ المسلمین ہونے کی حیثیت سے کرنا چاہیئے اور جب آپ پیک اجل کو لبیک کہہ گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔ یہاں پر غور کیجئے کہ صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ موجود ہیں اور حضرت عمرؓ نہ ان کے اقربا میں سے ہیں اور نہ ان کے کوئی رشتہ دار ہیں پھر بھی قوم حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا خلیفہ بناتی ہے اور جب آپ انتقال فرما گئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب سامنے آتا ہے اور آپ ہی کو خلیفہ بنایا جاتا ہے۔ یہاں پر دیکھئے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نہایت لائق عالم اور فائق فاضل موجود ہیں لیکن چونکہ اسلام خاندانی حکومت کو مٹانے آیا تھا لہذا قوم نے حضرت عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ اور جب حضرت عثمان ذی النورینؓ دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ الغرض اسلام نے عملی طور پر خاندانی سلطنت کو نیست و نابود کرکے جمہوری حکومت قائم کی۔

آج بعض یورپین ممالک بھی اپنی حکومت کو جمہوری حکومت ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مروجہ جمہوری حکومت اور اسلامی جمہوری حکومت کے درمیان بون بعید اور زمین و آسمان کا فرق ہے۔ روس کے مشہور مدبر طالسطائی نے جمہوری نظام پر اعتراضات کئے ہیں لیکن وہ قوانینِ اسلام پر چون وچرا نہیں کرسکتا۔ اسلئے کہ مذہبِ اسلام نے فطرتِ انسانی کے خلاف کوئی قانون منضبط ہی نہیں کیا بلکہ اسلامی قوانین تو ہر پہلو کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب و مدون کئے گئے اور انہی قوانین کے ذریعہ

جملہ مفاسد کا سد باب کیا جا سکتا ہے۔

عدل اسلام نے بنی نوع انسان کے سامنے عدل و انصاف کا قانون" جو سب سے اعلیٰ و افضل ہے" پیش کیا اور فرمایا لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (الآیہ پ۶ س المائدہ ع۲) کسی قوم کی - - - - عداوت تمہاری راہ عدل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرے تم ضرور ہمیشہ عدل و انصاف کرتے رہو اور عادل و منصف بنو اسلئے کہ یہ وہ چیز ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (س المائدہ ع۶) اے پیغمبر اسلام اگر ان کے درمیان کوئی فیصلہ کریں تو انصاف سے کریں کیونکہ اللہ پاک منصف لوگوں کو محبوب رکھتا ہے اور فرمایا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ (پ۵ س النساء ع۸) جب لوگوں میں کوئی فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے کرو۔ غرض اسلام نے شدت کے ساتھ لوگوں کو عدل کی تعلیم دی اور بے انصافی سے روکا اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیہ (س النحل ع۱۳) اللہ رب العزت تم کو عدل و احسان کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں امام عادل کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے چنانچہ بخاری مسلم کی روایت ہے کہ جناب حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ رب العالمین سات شخصوں کو اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائیگا ان میں ایک امام عادل بھی ہے۔ ترمذی میں ایک روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی ان میں ایک امام عادل بھی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر طریقے سے امام عادل کو سراہا گیا اور لوگوں کو عدل کی طرف رغبت دلائی گئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس میں سیاست کیا ہے اور کیوں اسلام نے اس پر اتنا زور ڈالا۔ سو معلوم ہونا چاہئے کہ یہی وہ چیز ہے جس سے صدہا مفاسد و فتن کا استیصال کیا جا سکتا ہے۔ ہاں یہی تو ہے جس سے بیگانے کو اپنا۔ دشمن کو دوست کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے رعایا خوش ہو سکتی ہے اور یہ ضروری بات ہے کہ جب رعایا خوش ہو جائیگی تو بلا خوف کسی دشمن کے امور سلطنت انجام دیئے جا سکتے ہیں ؎

بارعیت صلح کن وز جنگ خصم ایمن نشیں   زانکہ شاہنشاہ عادل را رعیت لشکر ست

یہی وجہ ہے کہ بانی سیاست نے اس پر خوب زور دیا اور اسی کو قوانین سیاست کا جزو اعظم قرار دیا اور صرف امر ہی نہیں کیا بلکہ عملاً کر کے دکھا دیا۔ چنانچہ زمانۂ رسالت میں ایک عورت جو شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھی، چوری کرتی ہے اور دربار نبوی سے ہاتھ کٹنے کا حکم صادر ہوتا ہے چونکہ یہ عورت شریف خاندان کی تھی اور ایک انسان کو ہاتھ کاٹ کر ہمیشہ کیلئے عیب دار کرنا نہایت عار کا باعث ہے۔ لہذا شرفا قریش نے حضرت اسامہ بن